www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جسٹس عبد الحفیظ چیمہ

عدالتی فیصلہ ــــــ ۲۴- ستمبر ۱۹۹۶ء

گھر سے مفرور لڑکیوں کے عشق بازانہ نکاح

لاہور ہائی کورٹ کا تاریخ ساز فیصلہ

فیصلہ کے قابل ذکر نکات

22- شادی کا وہ مفہوم اور وسعت اور اس کا وہ انداز جو عدالتوں کے ذریعے مشکل ہو رہا ہے، اس ملک میں جنسی بغاوت کے طوفان کا بہت بڑا ذمہ دار ہے۔

26- شادی اسلام میں ایک خالصتاً دیوانی معاہدہ نہیں ہے۔

(i) اسلام کے مطابق نکاح، اہم ترین اداروں میں سے ایک ہے، اس کے بہت دور رس نتائج ہیں اور اسے مسلم پرسنل لاء میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

"فقہاء کے درمیان طے شدہ ہے کہ نکاح مذہبی معاملہ ہے"

چونکہ مجتہدین کے درمیان یہ تسلیم شدہ امر ہے اس لئے اس کی مخالفت کرنا اجتہادی اصولوں کے مطابق ممنوع ہے۔

لفظ نکاح عربی کے ایک لفظ حصن (Hisn) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب قلعہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایک شادی شدہ مرد و عورت قلعہ کی حفاظت میں آجاتے ہیں

(viii) اسلام میں ہر قابل احترام عورت اپنے خاندان / قبیلہ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ شادی سے قبل وہ اپنے والدین کی حفاظت میں ہوتی ہے اور شادی کے بعد وہ اپنے خاوند کی حفاظت میں آجاتی ہے اور وہ عورتیں جن کو اس قسم کا تحفظ حاصل نہیں ہوتا وہ کسی کی بھی شرارت سے بہک سکتی ہیں۔ قرآن کے مطابق ایسی عورتیں پارسا اور نیک لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھتی ہیں۔ جبکہ دیوانی نوعیت کے معاہدہ میں مذکورہ حقیقتیں نہ پائی جاتی ہیں۔

(ix) معاہدہ عارضی نوعیت کا بھی ہو سکتا ہے اور مستقل نوعیت کا بھی جب کہ اسلام میں عارضی نکاح درست نہ ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(x) مزید برآں معاہدہ میں یہ ضروری نہیں کہ وہ مخالف جنسوں کے درمیان ہو۔ دو عورتیں بھی معاہدہ کر سکتی ہیں اور دو مرد بھی ایک دوسرے کو معاہداتی پابندی میں جکڑ سکتے ہیں لیکن نکاح میں یہ ضروری ہے کہ خاوند اور بیوی کا تعلق مخالف جنسوں سے ہو۔

ان رشتوں کے مابین شادی کی واضح طور پر ممانعت ہے جب کہ معاہدہ کرتے وقت ایسی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

(xii) معاہدہ خفیہ طور پر بھی کیا جا سکتا ہے جب کہ خفیہ نکاح، جائز نہیں ہے،

لہٰذا ایک دیوانی معاہدہ اور ایک مسلم شادی میں واضح فرق ہے جب کہ دیوانی معاہدہ کے جائز ہونے کے لئے اعلان ضروری نہیں ہے۔

27- فقہاء نے جائز شادی کی کافی شرائط کا تذکرہ کیا ہے لیکن مندرجہ ذیل شرائط پر اتفاق رائے ہے اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو درست شادی معرض وجود میں نہیں آتی اور پہلی دو شرائط یعنی ولی کی اجازت اور نکاح کے فریقین کی اجازت کے بغیر اگر شادی کی گئی تو وہ باطل یعنی مکمل طور پر کالعدم ہوگی۔ بڑی بڑی شرائط حسب ذیل ہیں:

i) ولی یا سرپرست کی اجازت۔

ii) مجوزہ میاں بیوی کی اجازت اگر وہ بالغ ہوں اور بعد ازاں ان کی طرف سے ایجاب و قبول۔

iii) حق مہر کی ادائیگی۔

iv) دو مرد گواہوں کی موجودگی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی۔

28- (i) جہاں تک ولی کی اجازت کا تعلق ہے

کسی شخص کی بھی شادی مجوزہ عورت کے ولی کی اجازت کے بغیر درست نہ ہے اور یہ قرآن پاک کے درج ذیل حکم سے واضح ہے:

34- جہاں تک مجوزہ خاوند بیوی کی رضامندی کا تعلق ہے تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ولی کی اجازت کے ساتھ ساتھ خاوند اور بیوی کی مرضی بھی اس طرح ضروری ہے اگر بیوی بالغ ہو چکی ہو۔

35- تینوں ائمہ کے درمیان یہ بھی اتفاق ہے کہ گواہان مرد ہونا چاہئیں جبکہ حنفیہ کے مطابق ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہو سکتی ہیں۔

36- اب حق مہر کے بارے میں جو کہ شادی کے لوازمات میں سے ایک ہے اور کوئی شادی اس کے بغیر جائز نہیں۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

مناسب حق مہر مقرر کئے بغیر کوئی شادی عمل میں نہیں آسکتی اور اگر یہ شادی کے وقت مقرر نہ کیا جائے تو خاوند اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

37- اسلامی قانون اس حقیقت سے بے بہرہ نہیں کہ اگر اپنی بیٹی یا نابالغہ کے ضمن میں ولی یا سرپرست اپنے فرائض کی بروقت ادائیگی میں غفلت کرتا ہے تو اس سے جواب طلبی کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے فرض کی انجام دہی میں کیوں ناکام رہا۔

38- ایک غیر شادی شدہ عورت کے لئے یہ انتہائی مشکل اور دشوار ہے کہ وہ اپنے فرائض سے غفلت برتنے والے ولی کے خلاف عدالت میں جائے۔ اس کے لئے ایک سادہ طریق کار طے کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسی سائلہ 14- اگست 1991ء کے اعلان کوئٹہ میں "حقوق و فرائض سے آگاہی اور نفاذ سکیم" کی بنیاد پر انصاف حاصل کرسکتی ہے جس کو چیف جسٹسز کمیٹی نے تشکیل دیا تھا۔ اس سکیم کے تحت وہ متعلقہ ڈسٹرکٹ جج کو صرف ایک خط لکھ سکتی ہے جو اسے ایک قانونی درخواست قرار دے کر، اسے فوقیت دیتے ہوئے ولی کو طلب کرے گا اور مختصر ترین ممکنہ وقت میں اس معاملے کا تصفیہ کرنے کا پابند ہوگا۔ اس مقصد کے لئے ہر ضلع میں ڈسٹرکٹ جج صاحبان کو "ڈائریکٹرز آف بورڈ آف اویرنس اینڈ انفورسمنٹ آف ہیومن رائٹس اینڈ اوبلیگیشنز" (حقوق و فرائض انسانی کی آگاہی اور نفاذ کے بورڈ کے منتظمین) مقرر کیا گیا ہے۔ اور انہیں عدالت عالیہ کی چھٹی نمبر 15397 جی اے زیڈ 1 (مورخہ 30 نومبر 1991ء) کی رو سے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایسی درخواستوں / شکایتوں کو مذکورہ سکیم کے تحت وصول کریں اور مطلوبہ داد رسی مہیا کریں۔ سیشن جج ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج صاحبان ان معاملات کو سن کر فریقین سے کی جانے والی زیادتیوں پر داد رسی مہیا کرسکتے ہیں۔ یہ بنیادی طور پر پدرانہ یا نیم پدرانہ دائرہ اختیار کی طرز پر ہے۔

39- اسلام نے بنیادی قانون کے طور پر یہ قرار دیا کہ عورت بھی انسان ہے اور مرد کی طرح وہ بھی ایک روح کی مالکہ ہے:

ابتدائے آفرینش اور مقام آخرت میں ایک مرد اور عورت بالکل برابر ہیں اور اس لئے ان کے ایک ہی جیسے اور برابر کے حقوق ہیں۔ اسلام نے اسے مردوں کی طرح زندگی، عزت اور جائیداد کے حقوق دیئے۔ اسی طرح دنیا میں مادی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مردوں اور عورتوں کے حقوق برابر ہیں جس میں جائیداد حاصل کرنے اور اپنی مرضی و منشاء سے خرچ کرنے کے حقوق شامل ہیں۔ عورتیں اپنے فائدے کے لئے جائیداد رہن یا کرایہ یا خرید و فروخت یا مفاد کے لئے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

استعمال کرنے کے لئے کاملاً آزاد ہیں۔

40- اب ہم مغرب میں عورت کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں۔

41- اسلامی قانون افراط و تفریط سے گریز کرتا ہے اور اعتدال کے سنہری اصول کو اختیار کرتا ہے۔اگر اسلام میں ولی کی مرضی شادی کے لئے ضروری ہے تو دولہا اور دلہن کی مرضی بھی یکساں اہمیت رکھتی ہے اور ان دونوں کی اجازت کے بغیر کوئی شادی جائز نہیں،

یہ حقیقت کہ ایک قانونی شادی کے لئے ولی کی اجازت ضروری ہے، ایک مستحکم معاشرہ کی موجودگی کی ضامن ہے۔

43- شادی کا معاہدہ ان کے ولیوں کی مرضی کے خلاف ہونے کی بناء پر کالعدم ہے۔ لہٰذا مقدمات درست درج کئے گئے ہیں۔ پولیس مقدمات کی تفتیش کرنے اور ان کو منطقی نتیجہ تک پہنچانے میں آزاد ہے۔

فیصلہ کا مکمل متن

1- اس فیصلے کے ذریعے رٹ (آئینی درخواست) نمبر 3013/96 (مسماۃ عائشہ اعجاز بنام ایس ایچ او) اور آئینی درخواست نمبر 11995/96 (مسماۃ شبینہ ظفر بنام ایس ایچ او وغیرہ) کا فیصلہ صادر کیا جاتا ہے۔

2- رٹ درخواست 13013/96 کے واقعات مقدمہ مختصراً یہ ہیں کہ اعجاز احمد ولد محمد اقبال آرائیں ساکن 7/B ہاؤسنگ کالونی ٹوبہ ٹیک سنگھ نے رپورٹ ابتدائی نمبر 307/96 زیر دفعہ 11 بجرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس VII/1979ء ٹوبہ ٹیک سنگھ پولیس سٹیشن پر 18-7-96 کو درج کروائی۔

3- اطلاع دہندہ کے مطابق 15-7-96 کو بارہ بجے دوپہر کے قریب وہ دوپہر کے کھانے کے لئے دوکان سے اپنے گھر گیا، اس کی بیٹی عائشہ گھر میں موجود تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ملزمہ مسماۃ غفوراں ساتھ والے گھر سے آئی اور مسماۃ عائشہ کو کچھ بات چیت کرنے کے لئے اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ وہ دوپہر کے کھانے میں مصروف ہو گیا۔ جب کہ عائشہ نے اسے بتایا کہ وہ پڑوس سے ہو کر چند منٹ میں واپس آجائے گی۔ کافی وقت گزرنے کے بعد بھی وہ واپس نہ آئی تو مستغیث، غفوراں کے گھر گیا اور اپنی بیٹی کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکی چنانچہ وہ عائشہ

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اسی دوران محمد اسلم ولد چوہدری علی محمد اور محمد اسلم ولد محمد حسین جو کہ گلی کے آخر پر موجود تھے انہوں نے بتایا کہ شاہد، منظور، ظفر اقبال نامی ملزمان اور عائشہ تھوڑی دیر پہلے ایک کار میں یہاں سے گئے ہیں۔ وہ اس گھر میں گیا جس کے مکینوں نے اس کی بیٹی کو مدعو کیا تھا لیکن وہ غصے سے سیخ پا ہو کر بولے کہ عائشہ (شاہد کے ساتھ) اپنے ناجائز تعلقات کی وجہ سے گھر سے جا چکی ہے۔

مستغیث کی بیٹی مسماۃ عائشہ نے یہ رٹ درخواست اس موقف کے ساتھ دائر کی ہے کہ اس کی پہلے ہی اپنے موجودہ خاوند کے ساتھ اس واقعہ سے دو سال قبل منگنی ہو چکی تھی اور یہ طے پایا تھا کہ میٹرک کرنے کے بعد وہ شاہد کے ساتھ بیاہ دی جائے گی۔ تاہم سائلہ کا والد اس وعدہ سے پھر گیا اور اس نے کسی اور کے ساتھ اس کی شادی کرنے کا منصوبہ بنایا چونکہ اس کی پہلے ہی منگنی ہو چکی تھی اور وہ ذہنی طور پر شاہد کے ساتھ شادی کے لئے تیار تھی اس لئے اس نے از خود اس کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ملتان گئی شاہد کو بلایا اور دونوں نے شادی کر لی۔ نکاح رجسٹرار نے نکاح نامہ (منسلکہ۔اے) کے ذریعے نکاح درج کیا، یہ کہ سائلہ بالغہ تھی اور بحیثیت صائب الرائے وہ بااختیار تھی کہ وہ ازدواجی معاہدہ میں آجائے۔ ان حالات میں ابتدائی رپورٹ کی درستگی پر اعتراض کرتے ہوئے یہ استدعا کی گئی کہ مسؤل علیہ کو ہدایت کی جائے کہ وہ سائلہ کو ہراساں نہ کرے اور اس کی، اس کے خاوند کی اور اس کے رشتہ داروں کی اہانت اور بے عزتی نہ کرے۔

درست بات جاننے کے لئے عدالت نے سائلہ کے والدین کو طلب کیا۔ اس کا والد اعجاز احمد عمر 44 سال جو ٹوبہ ٹیک سنگھ کا رہائشی ہے نے حلفاً بیان کیا کہ مسماۃ عائشہ اعجاز جو کہ عدالت میں موجود ہے اس کی بیٹی ہے۔ اس کی عمر 13 سال 8 ماہ اور کچھ دن ہے۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے شاہد، ظفر اقبال، منظور حسین اور مسماۃ غفوراں بی بی نے اسے اپنے ساتھ آنے کے لئے ورغلایا، اس نے تھانہ سٹی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ابتدائی رپورٹ نمبر 307/96 زیر دفعہ 11 بجرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس VII 1979ء درج کروائی۔ اغوا کے تیسرے روز مستغیث کو پتہ چلا کہ اسے ملتان میں شادی کے بندھن میں باندھنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ یہ علم نہ تھا کہ اس کی کس کے ساتھ شادی کی جا رہی ہے اور یہ شادی اسے قبول نہیں ہے اور یہ اغوا کا ایک واضح مقدمہ ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے بیان کے آخر میں استدعا کی کہ نابالغ سائلہ کو اس کے حوالہ کیا جائے۔ اس کی زوجہ مسماۃ عابدہ (سائلہ کی والدہ) نے بھی اس قسم کا بیان دیا۔

رٹ پٹیشن نمبر 11995/96 کے واقعات کچھ مختلف ہیں۔ فریقین فیصل آباد میں رہائش پذیر ہیں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اور رپورٹ ابتدائی بٹالہ کالونی فیصل آباد کے ظفر اقبال جٹ سندھو نے درج کرائی۔ اس کے مطابق محلہ وریام سنگھ والا نزد بابر چوک کا محمد اقبال ولد محمد شریف اس کے پاس جز وقتی ملازم تھا۔ کبھی کبھار وہ ان کے گھر میں آتا جاتا تھا اور مورخہ 24-6-1996 کو اقبال اپنی بہنوں شہناز اور شاہدہ پروین کے ہمراہ (جس کے مراسم بھی مستغیث کے خاندان سے اسی نوعیت کے تھے) ان کے گھر آئے......

تھوڑی دیر بعد انہوں نے اس کی بیٹی شبینہ ظفر کے ساتھ بات چیت کی۔ شام کو انہوں نے اس کی بیوی سے استدعا کی کہ وہ شبینہ ظفر کو مارکیٹ میں ایک شادی کے سلسلہ میں خرید و فروخت کے لئے جانے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ اس کی بیوی نے شبینہ کو اجازت دے دی جو کہ ایک چھوٹا پرس اور ایک شاپنگ بیگ (جس میں کچھ چیزیں تھیں) لے کر گھر سے چلی گئی، پانچ چھ بجے شام اسے معلوم ہوا کہ اقبال اور ایک اور شخص شبینہ ظفر کو رکشا میں بٹھا کر لے گئے ہیں۔ مستغیث کی بیوی نے الماری کا معائنہ کیا جس میں قیمتی اشیاء ہوتی ہیں، تو وہاں سے ایک لاکھ روپے کے انعامی بانڈ اور اس کے ملکیتی بارہ تولے سونے کے زیورات غائب پائے، شبینہ رات تک واپس نہ آئی بالآخر یہ بات واضح ہو گئی کہ ملزم فریق نے قیمتی اشیاء کے ہمراہ اسے اغوا کر لیا ہے۔

-7 رٹ درخواست میں شبینہ نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنی رضامندی سے نکاح نامہ (لف اے) کے ذریعے 25-6-96 کو محمد اقبال کے ساتھ شادی کر لی ہے اور اس کے ساتھ اس کی بیوی کے طور پر رہ رہی ہے، یہ کہ مقامی پولیس کی ملی بھگت سے اس کے اور اس کے خاوند کے خلاف اس کے والد کی طرف سے درج کروائی جانے والی ابتدائی رپورٹ 256/96 ان وجوہات کی بنیاد پر قابل منسوخی ہے کہ سائلہ عاقلہ بالغہ ہونے کی بناء پر خود شادی کرنے کی مجاز ہے۔ یہ کہ سائلہ کا نکاح 25-6-96 کو ہوا جب کہ رپورٹ ابتدائی 29-6-96 کو بے معنی الزامات اور جعلی بنیادوں پر درج ہوئی، یہ کہ تاخیر کی کہیں بھی وضاحت نہ کی گئی ہے، یہ کہ وہ مجسٹریٹ درجہ اول کے روبرو پیش ہوئی اور اس نے یہ بیان دیا کہ اس نے اپنی رضامندی سے محمد اقبال سے شادی کی اور کسی قسم کا جبر یا ناجائز دباؤ اس پر نہ ڈالا گیا لہٰذا F.I.R بے بنیاد اور قابل منسوخی ہے۔

-8 اس کا والد اور والدہ عدالت میں حاضر ہوئے اور موقف اختیار کیا کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی محمد اقبال سے کبھی نہ کی اور یہ واضح طور پر اغوا کا کیس ہے۔

-9 عدالت نے ایس ایچ او سے درخواست کے مندرجات پر تبصرہ کرنے کو کہا۔ اس کے مطابق مقدمہ درج کرنے کے بعد دوران تفتیش یہ بات واضح ہوئی کہ اس کے آشنا کے بہکانے پھسلانے پر اسے شمشاد ہوٹل لاہور میں ٹھہرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا جہاں ملزم نے نکاح نامہ تیار کروایا جس میں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

سائلہ کے ساتھ اس کی شادی ظاہر کی گئی، یہ (نکاح نامہ) جعلی اور بے بنیاد ثابت ہوا۔ تاہم سائلان شامل تفتیش نہ ہوئے لہٰذا تفتیشی افسر تفتیش مکمل نہ کر سکا۔

-10 ان دونوں مقدمات میں اگرچہ دونوں سائلان یعنی مسماۃ عائشہ اور شبینہ کی عمروں میں معمولی فرق ہے، عائشہ کی عمر 13 سال سے کچھ زائد جب کہ شبینہ کی عمر 19 سال بیان کی گئی ہے پھر بھی سائلان کے وکلاء نے مشترکہ جواز اختیار کیا ہے کہ دونوں عاقلہ ہیں اور اپنی مرضی سے پسند کی شادی کرنے کی اہل ہیں۔ یہ ایک سیدھا سادھا دیوانی معاہدہ ہے اور کوئی بھی مرد اور عورت جو کہ بالغ ہیں وہ اس معاوضہ پر جسے حق مہر کہتے ہیں، معاہدہ کرنے کے اہل ہیں اس لئے ان دونوں سائلان کے خلاف مقدمہ درج نہیں ہونا چاہئے۔

-11 دوسری طرف مسئول علیہم کے وکلاء نے موقف اختیار کیا کہ یہ خالصتاً دیوانی معاہدہ نہیں ہے کہ جس میں ایجاب و قبول اور قیمت، معاہدہ کے لئے کافی ہو۔ خاندان ایک ادارہ ہے اور ایک اسلامی ادارہ ہے جس کا ایک پس منظر اور تفصیلی تاریخ موجود ہے، اور اگر ہر لڑکی جو سن بلوغت کو پہنچ جائے، اس کو فرار ہونے اور مکار لوگوں کے چنگل میں پھنس جانے کی اجازت دے دی جائے تو خاندانی نظام کا تانا بانا تباہ ہو جائے گا اور معاشرہ میں مکمل انارکی پھیل جائے گی۔ مسئول علیہم کے فاضل وکلاء کے مطابق رٹ درخواستیں بے بنیاد اور فوری اخراج کی مستحق ہیں اور پولیس کو معاملہ کی شفاف اور مناسب تفتیش کی اجازت دی جائے جو اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچا دے۔

-12 دونوں اطراف کے تفصیلی دلائل سنے گئے اور ریکارڈ ملاحظہ کیا گیا۔ چونکہ بہت اہمیت کا حامل نکتہ اٹھایا گیا ہے لہٰذا میں اسے تفصیلاً زیر بحث لانا چاہوں گا۔

-13 اپنے موقف کی حمایت میں فریقین کے فاضل وکلاء نے اعلیٰ عدالتوں کے کئی فیصلوں بشمول عبدالقادر بنام سلیمہ (1886, ILR, 8 Allahabad 149) انیس بیگم بنام محمد اصطفیٰ ولی خاں (ILR 1933 Allahabad 55 p-743) خورشید بی بی بنام بابو محمد امین (PLD 1967 SC 97) اور مختلف قرآنی آیات، احادیث اور شریعت کے اصولوں کا حوالہ دیا۔

-14 ہندوستان میں اس قانونی شاخ کے ارتقاء کی تاریخ اور 1947ء کے بعد پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے دیکھنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ قانونی حوالوں اور قابل احترام ججوں نے جو نقطہ ہائے نظر قانون کے اس امر کی تشریح اور شریعت کے اصولوں کو اخذ کرتے ہوئے اپنائے، ان کا ایک تفصیلی جائزہ لیا جانا چاہئے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

15- اس نکتہ پر کہ شادی خالصتاً ایک دیوانی معاہدہ ہے سب سے پہلا فیصلہ ایک صدی قبل الہ آباد کی عدالت عالیہ کے ایک معروف جج سید محمود کا (بعنوان) عبدالقدیر بنام سلیمہ (1886 ILR, ALLAh 149) ہے اس مقدمہ میں عبدالقادر نے اپنی ناراض بیوی سلیمہ کے خلاف دعویٰ اعادہ حق زن آشوئی دائر کیا۔ دفاع میں دوسری باتوں کے ساتھ ساتھ یہ موقف اختیار کیا گیا کہ چونکہ اسے اس کا حق مہر ادا نہیں کیا گیا اس لئے دعویٰ ناقابل پیش رفت ہے۔ تاہم سول جج مرزا پور نے دعویٰ ڈگری کر دیا لیکن ماتحت عدالت اپیل نے فیصلہ بدل کر دعویٰ خارج کر دیا۔ معاملہ عدالت عالیہ میں آیا اور جسٹس سید محمود نے اس حکم کو تبدیل کر کے فیصلہ دیا کہ یہ ایک جائز موقف نہ ہے۔ یہ بھی قرار دیا گیا کہ شادی ایک خالصتاً دیوانی معاہدہ ہے جس کا اشیاء کی فروخت کے معاہدہ سے موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں پر صفحہ نمبر 167-165 سے فیصلہ کے متعلقہ حصہ کو درج کرنا سودمند ہو گا:

"فتاویٰ قاضی خاں اور فتاویٰ عالمگیری کو پڑھنے سے وہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے جس کا میں نے اوپر اظہار کیا ہے اور یہی رائے مسلم فقہاء کی بھی ہے۔ فقہاء کے نزدیک شادی مثل بیع ہے اور یہ بیع بعینہ اسی طرح کی ہے جس کی تشریح اور توضیح دفعہ 95 کنٹریکٹ ایکٹ نمبر (1972/IX) میں کی گئی ہے۔ یعنی جب تک واضح طور پر منشائے معاہدہ اس کے خلاف ظاہر نہ ہو ایک بائع کا فروخت اشیاء پر حق قبضہ قائم رہتا ہے جب تک کہ اس کی پوری قیمت ادا نہ کر دی جائے اور اس قاعدہ پر فروخت کردہ اشیاء کو اپنے قبضہ میں رکھنے اور دوران ترسیل روک لینے کا بائع کو اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اور بائع کے حقوق بالکل ایسے ہی ہیں جو جسٹس گراس نے ہمنڈ بنام بارکلے میں بیان کئے ہیں۔ یعنی کہ یہ وہ حق ہے جس کی رو سے فروخت کنندہ قیمت کی تکمل وصولی تک بیچی گئی اشیاء کو اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے یعنی جب تک اس کے بقایا جات کی ادائیگی نہ ہو جائے۔ لیکن یہ استحقاق اس امر پر موقوف ہے کہ شے کی ملکیت ابھی تک بائع کی ہے اور اس کو لینے کا حق قائم رہتا ہے جب تک خریدکنندہ ان اشیاء کو وصول کر لے۔ اس سلسلے میں، میں نے اصول خرید و فروخت کو ہی پیش نظر رکھا ہے کیونکہ فاضل کونسل مسئول علیہم کے تمام دلائل قریباً قریباً یہی ہیں جس کا اس سلسلے میں اظہار کیا گیا ہے کہ شادی کا تقابل بیع سے اور حق مہر کا قیمت/مال (Consideation) سے اور بیوی کی خاوند کے ساتھ رخصتی کو میں نے اشیاء کی سپردگی (Delivery) کے مترادف گردانا ہے۔

اصول بالا کو ذہن میں رکھ کر یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے دونوں شاگردوں نے یہ قرار دیا ہے کہ اگر ایک شادی شدہ عورت حق مہر کی عدم ادائیگی کے باوجود برضا و رغبت اپنے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

خاوند سے تعلق زن و شو قائم کرلیتی ہے تو بعد ازاں اسے یہ مطالبہ کرنے کا حق دستیاب نہیں رہتا کہ جب تک حق مہر کی ادائیگی نہ ہو وہ خاوند سے تعلق زوجیت قائم نہ کرے گی۔ اسلامی قانون کی تشریح و تعبیر کے تمام قاعدوں کے مطابق میں ان دو بزرگان کی رائے جو کہ تینوں میں سے اکثریت کی رائے بھی ہے کو قبول کرتے ہوئے یہ واضح کرتا ہوں کہ تعلق زن و شو قائم ہونے کے بعد ایک ناراض بیوی اپنے حق مہر جو کہ معجل ہی کیوں نہ ہو کی عدم ادائیگی کے باوجود اپنے خاوند سے ہم بستری کرنے سے انکار نہیں کرسکتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس عورت کا دعویٰ کرکے قرض مہر وصول کرنے کا حق یقیناً باقی رہتا ہے۔

16- شادی کی نوعیت اس مقدمہ میں زیر بحث نہ تھی اور یہ شادی فیصلہ میں جج کی وہ ضمنی رائے معلوم ہوتی ہے جس سے مقدمہ کے سیاق و سباق کا تعلق نہ ہے۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ نے ایک اور مقدمہ انیس بیگم بنام اصطفیٰ ولی خاں (ILR 1933 ALLAHABAD VOL.IV PAGE 743) میں بیوی کے خلوت صحیحہ کے بعد بھی اعادہ حقوق زن آشوئی کے دعویٰ میں عدم ادائیگی حق مہر کی صورت میں بیوی کے حق دفاع پر غور کیا ہے۔ محترم چیف جسٹس سلیمان (جس کے ساتھ تھارن جج نے اتفاق کیا) اس نکتہ پر جسٹس سید محمود کے ساتھ متفق تھے۔ جہاں تک شادی کی نوعیت کا تعلق تھا چیف جسٹس نے جسٹس محمود کے ساتھ مکمل اختلاف کرتے ہوئے کہا:

"بیع کی مماثلت پر مبنی دلیل پر بہت سخت انداز میں نکتہ چینی اودھ بنچ نے واجد علی خاں کے مقدمہ میں صفحہ 149-148 پر کی ہے، اور اسی طرح جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب محمڈن لاء جلد نمبر2 صفحہ نمبر60-259 پر تنقید کی ہے، بلاشبہ بعض مسلمان اہل رائے نے وضاحت کے طور پر معاہدہ بیع کے کچھ اصولوں کا اطلاق معاہدہ شادی پر کیا ہے لیکن یہ صرف بطور تقابل ہی ہے۔ اس مماثلت کو (کلی طور پر) زیادہ دور تک نہیں پھیلایا جاسکتا اور نہ ہی قانون بیع کے اصول اپنی پوری تفصیلات کے مطابق لاگو کئے جاسکتے ہیں، بلاشبہ اس مماثلت کا مکمل اطلاق کرنے سے لغو نتائج برآمد ہوں گے"

17- اس تھیوری کو دوبارہ شد و مد کے ساتھ رد کرتے ہوئے فاضل جج نے صفحہ نمبر56-755 پر یوں رائے دی:

"یہ بالکل واضح ہے کہ بیع کی مماثلت دور تک نہیں پھیلائی جاسکتی، شادی کو حق مہر کے عوض خالصتاً بیوی کے جسم کی فروخت قرار نہیں دیا جاسکتا اور اگر اس عجیب و غریب مماثلت کو پورے طور پر پھیلا دیا جائے تو یہ لازمی طور پر عبد القادر کے مقدمہ کے حق میں ممد و معاون نہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہوگا۔ اس کا جواب اس بات پر موقوف ہے کہ آیا حق مہر صرف شادی کی قیمت ہے یا عائلی زندگی کے دوران بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کا معاوضہ ہے۔ صرف یہ حقیقت کہ خلوت صحیحہ کے بعد پورا حق مہر واجب الادا ہو جاتا ہے، حتمی طور پر صرف یہ رائے قائم کرنے کے لئے بنیاد نہیں بن سکتی کہ حق مہر صرف پہلی خلوت صحیحہ کا معاوضہ ہے۔ فروخت شدہ اشیاء کو روکنے کا حق خریدار کی طرف سے اشیاء کی وصولی کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ حق دوبارہ قبضہ ملنے پر بحال ہو جاتا ہے، مزید برآں اگر اشیاء کے کچھ حصے دینے اور کچھ روکنے پر رکے ہوئے حصہ پر حق تصرف قائم رہتا ہے۔ لہٰذا اس پر اچھی طرح بحث ہو سکتی ہے کہ اگر بیوی خلوت صحیحہ کے بعد اپنے گھر واپس چلی جائے تو وہ اعادہ حقوق زن آشوئی کا دفاع کر سکتی ہے جب تک کہ اس کا حق مہر ادا نہ کیا جائے کیونکہ اس کا حق ہم بستری ختم ہونے کے بعد بحال ہو چکا ہے۔

یہ بھی وضاحت کر دی جائے کہ معجل حق مہر اس وقت تک قابل ادائیگی نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا مطالبہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ کوئی مطالبہ نہ کیا گیا ہو گا اور اکثر صورتوں میں یہ خلوت صحیحہ سے پہلے نہیں کیا جاتا۔ حق مہر قابل ادا ہونے سے قبل بیوی کی رضامندی منطقی طور پر اس کے حق مہر وصول کرنے کے حق کو ختم نہیں کر سکتی۔ گو اس کے بعد خلوت صحیحہ وقوع پذیر ہو چکی ہو، اسے مزید خلوت صحیحہ سے قبل ادائیگی پر اصرار کا حق ہونا چاہئے، میں نے یہ نکات بیع کی مماثلت کا نتیجہ نکالنے کے لئے نہیں اخذ کئے بلکہ صرف یہ واضح کرنے کے لئے کہ یہ مماثلت زیادہ دور تک نہیں لے جائی جا سکتی اور اگر یہ دور تک بھی لے جائی جائے تو یہ لازمی طور پر مسئلہ کا حل پیش نہیں کرتی۔ یہاں یہ بیان کرنا غیر ضروری نہ ہوگا کہ مولوی سمیع اللہ نے کچھ نظائر اکٹھے کئے جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ شادی صرف ایک دیوانی معاہدہ نہیں بلکہ ایک مذہبی تقدس کا حامل معاملہ بھی ہے۔ نتیجتاً جسٹس سلیمان نے خالصتاً دیوانی معاہدہ کے اصول کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا جو کہ مالیاتی معاملات کے قانون کا ایک حصہ ہے اور مزید وضاحت فرمائی کہ دلائل کی یہ طرز مکمل طور پر اسلامی اصولوں کی روشنی میں قطعی غیر مناسب اور منطقی نتائج کے امتحان پر پورا نہیں اتر سکتی۔

18- Institution of Marige یعنی شادی کے ادارے کی مسلم پرسنل لاء میں مرکزی حیثیت ہے۔ شادی کا معاملہ بچوں کے جائز ہونے، حقوق وراثت، بعض جنسی حرکات پر فوجداری تعزیر اور نان نفقہ وغیرہ کی پابندی شادی کے لوازمات سے ہیں۔ یہ عام طور پر قرار دیا جاتا ہے کہ عیسائی مذہب کی طرح مسلم شادی ایک مقدس فریضہ نہیں بلکہ ایک دیوانی معاہدہ ہے جو بعض مختلف اسلامی اصولوں پر مبنی کم و بیش معاملات پر منحصر ہے، جسٹس سید محمود کے خیالات کہ مسلم شادی ایک

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

خالصتاً دیوانی معاہدہ ہے شمع چرن سرکار کے خیالات سے ملتے جلتے ہیں۔(ٹیگور لاء لیکچرز 1875)۔ بہرحال یہ امر قابل غور ہے کہ مسلم معاہدہ شادی، ہندوؤں کے برعکس کسی خاص مذہبی رسم و رواج پر مبنی نہیں ہیں۔ تاہم یہ بات عجیب بلکہ حیران کن ہے کہ آج تک نظام ازدواج کی نوعیت پر قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی احکامات پر مناسب بحث نہیں ہوئی اور عائلی قوانین کے بہت سے گوشے مخفی اور مبہم رہ گئے ہیں۔ یہ صرف اسی وجہ سے ہوا کہ جناب جسٹس محمود کا نظریہ ہی ایسے معاملات کے فیصلہ کے سلسلہ میں پیش نظر رکھا جاتا رہا ہے اور اس نظریہ پر اس قدر زور دیا جاتا رہا ہے کہ نکاح کے معاملات کے بہت سے دیگر اہم اور ضروری پہلو پس منظر میں چلے گئے۔

19- سپریم کورٹ آف پاکستان کا خورشید بی بی کیس (پی ایل ڈی 1967ء سپریم کورٹ 97) میں فیصلہ ہمیں درست راستے کے تعین میں رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ کہاں سے اور کیسے صحیح قانونی رہنمائی حاصل کی جائے؟ عبدالقادر بنام سلیمہ بی بی کے ابتدائی فیصلہ سے لے کر قیام پاکستان تک قرآن و سنت، جو اسلامی قانون کے بڑے ماخذ ہیں، سے شادی کی دیگر اہم شروط کی طرف مناسب حوالہ جات نہ دیئے گئے ہیں اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کا عمل جو واضح اور غیر مبہم ہونے کے علاوہ قرآن و سنت پر مبنی ہیں کو چھوڑ کر چند فقہاء کے مقدمات کی روشنی میں بحث کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔

20- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس اہم نکتہ کی جانب مناسب توجہ نہ دی گئی ہے تاہم یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اس ملک کے مقصد تخلیق سے غافل ہو کر ہمارے معاشرہ کو زبردست اخلاقی گراوٹ کا سامنا کرنا پڑا ہے، خاندانی نظام تیزی کے ساتھ کمزور ہو کر ٹوٹتا جا رہا ہے۔ اگر اس تیز بربادی کو بروقت نہ روکا گیا تو عین ممکن ہے کہ یہ نظام تباہ و برباد ہو جائے۔ شوکت علی بنام الطاف حسین قریشی وغیرہ (1972 SCMR 398) میں سپریم کورٹ کے جج صاحبان نے یہ فیصلہ دیا کہ عدالتیں خلاء میں کام نہیں کرتیں اور انہیں ضرور معاشرہ میں موجود معاشرتی اور اخلاقی حالات جس کے لئے قانون کا اطلاق ہوتا ہے کا مناسب نوٹس لینا چاہئے۔ اس حقیقت کو کہ قانون اس چیز کا تقاضا کرتا ہے کہ ایک جج حاضر دماغ ہو اور سوسائٹی میں ہونے والی سماجی تبدیلیوں کو کھلی آنکھوں اور گہرے مشاہدے سے پرکھے، لارڈ ڈیننگ انگلینڈ کے سابق ماسٹر آف رولز کے فیصلہ سے تقویت حاصل ہوتی ہے جو اپنی کتاب "دی کلوزنگ چیپٹر" (مطبوعہ 1993) کے صفحہ 83 پر رقم طراز ہیں:

"اخبارات پڑھنے والے ججوں کی عقل و دانش پر میں معترض نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ انہیں رائے عامہ سے باخبر رہنے کے لئے اخبار کا مطالعہ کرنا چاہئے کیونکہ قانون کو زمانہ حال اور

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

درست رائے عامہ کے مطابق ہونا چاہئے نہ کہ اس کے مخالف، وگرنہ معاشرے میں قانون کی توقیر باقی نہ رہے گی۔"

21- اب ڈش انٹینا کے متعارف ہونے کے بعد اور تقریباً آدھ درجن ہندوستانی ٹی وی چینلز کے پراپیگنڈہ اور ان کے پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کے خلاف ثقافتی یلغار جو نہ صرف فحاشی پر مبنی ہے بلکہ اسلامی طرز حیات کو تباہ کرنے کے واضح ہدف پر قائم ہے، کوئی بھی شخص تیزی سے بڑھتے ہوئے اغوا، زنا بالجبر اور خفیہ جنسی تعلقات سے اپنی آنکھیں بند نہیں رکھ سکتا۔ ایسے معاملات کی عدالتوں میں بھرمار ہے اور ایسا نظر آتا ہے کہ عدالتوں میں شریعت کے قوانین کی مناسب طور پر تشریح و توضیح نہ ہو رہی ہے اور یہ صحیح طور پر نافذ العمل نہیں کیے جا رہے۔

22- شادی کا وہ مفہوم اور وسعت اور اس کا وہ انداز جو عدالتوں کے ذریعے مشکل ہو رہا ہے، اس ملک میں جنسی بغاوت کے طوفان کا بہت بڑا ذمہ دار ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا آج تک اس معاملہ کو قرآن و سنت جو کہ بنیادی اور بڑے ماخذ ہیں کی روشنی میں Reinterpret کرنے کی کوشش نہ کی گئی ہے۔ خورشید بی بی کیس (پی ایل ڈی 1967 صفحہ 97) میں سپریم کورٹ نے واضح طور پر قرار دیا ہے کہ اسلام کے بنیادی قوانین قرآن میں موجود ہیں اور یہ اسلامی قانون کا بنیادی ماخذ ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اور اس کے بعد اجتہاد اور اجماع کا نمبر آتا ہے اور یہ ترجیحات معاذ بن جبلؓ کی مشہور حدیث سے واضح ہیں جن کو حضور اکرم ﷺ نے اسلامی سلطنت کے ایک صوبے یمن کے گورنر اور قاضی کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ یہاں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے صفحہ 113 پر درج الفاظ کو ہو بہو درج کرنا سود مند ہوگا:

"اسلام کے بنیادی قوانین قرآن کریم میں موجود ہیں اور مسلمانوں کا اس امر پر کامل اتفاق ہے کہ قرآن اسلامی قانون کا بنیادی ماخذ ہے۔ حنفی فقہاء قرآن کے بعد حدیث، اجتہاد اور اجماع کو قانون کے دیگر تین مزید ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔ آخری دو دراصل ایک ہی نوعیت کے ذیلی ماخذ ہیں، اجتہاد انفرادی علماء سے اور اجماع ان علماء کی متفقہ رائے سے جو کسی زمانے میں اجتہاد کرتے رہے ہوں، پر مشتمل ہے۔ اہمیت کے اعتبار سے یہ ترتیب بہت مشہور حدیث معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے جن کو پیغمبر ﷺ نے یمن کا گورنر اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ پیغمبرؐ نے ان سے پوچھا کہ وہ مقدمات کا فیصلہ کیسے کریں گے انہوں نے جواب دیا "اللہ کی کتاب سے" پھر پوچھا گیا کہ اگر کتاب اللہ میں کوئی چیز نہ پاؤ تو پھر کیسے؟ تو جواب دیا کہ "پیغمبر اسلام ﷺ کی سنت سے" پھر پوچھا گیا کہ اگر کوئی ایسا طریقہ نہ پاؤ تو جواب دیا کہ پھر میں اپنی عقل و دانش سے خود فیصلہ کروں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گا۔" اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے کہ جس نے رسول کے نمائندے (معاذ بن جبلؓ) کو وہ کچھ (فہم و شعور) عطا فرمایا جو اللہ کے نبی کو بہت پسند ہے۔"

سنی فقہ کے چار قدیمی مکاتب فکر کے ائمہ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ تھے۔ حضرات ائمہ کرام نے کبھی بھی اپنی رائے کو حتمی اور قطعی قرار نہیں دیا۔ لیکن بعض تاریخی وجوہات کی بناء پر ان کے ماننے والوں نے بعد کے ادوار میں تقلید کا فلسفہ وضع کر لیا جس کے تحت ایک سنی مسلمان کو لازمی طور صرف کسی ایک امام کی پیروی کرنا ہو گی اگرچہ دوسری رائے زیادہ معقول اور وزنی ہو۔ قرآن پاک میں یا معتبر حدیث میں ایسی دور از کار تشریح اور توضیح کی کوئی گنجائش نہیں۔"

23- جہاں تک شادی کی نوعیت کا تعلق ہے، اسے کسی تقدس (محض) کا درجہ نہ دیا گیا ہے بلکہ ایک معاہدہ قرار دیا گیا ہے۔ ایسا معاہدہ جو کہ بلاشبہ اخلاقی اور روحانی اقدار کا حامل ہے لیکن قانونی طور پر درحقیقت فریقین کے مابین یہ ایک معاہدہ ہے جو معقول وجہ کی بنا پر ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس معاملہ میں اسلام جو کہ دین فطرت ہے، انسانی مزاج کے مطابق ہے اور اس چیز کا درس نہیں دیتا کہ ایک مرد اور عورت کو ایسے بندھن میں باندھا جائے جسے "کبھی ختم نہ ہو سکنے والا مقدس بندھن" قرار دیا جاتا ہے۔

24- شادی کے ادارے کے ظاہری طور پر کئی مخصوص پہلو ہیں۔ الہ آبادی (ہندوستان) کے الحاج محمد اللہ بن ایس جنگ کی کتاب "مسلم لاء آف میرج" کے صفحہ (19) پر شادی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"شادی ایک ایسا ادارہ ہے جو اپنے اندر کئی مقاصد رکھتا ہے جیسا کہ نسل کی بقاء، وراثت کا تعین، لوگوں کو بدمعاشی سے بچانا، عصمت کے تحفظ کی حوصلہ افزائی، خاوند اور بیوی کے درمیان محبت و یگانگت اور روزی کمانے میں باہمی تعاون کا فروغ"

25- سٹوری کی کتاب "Conflict of Laws" (قوانین کا ٹکراؤ) کے مطابق انسانی معاملات میں سب سے اہم شادی کا معاملہ ہے۔ یہ مہذب معاشرہ کا بہت ہی بنیادی رکن ہے، شادی بین الاقوامی طور پر شرفاء کا معاملہ تصور ہوتا ہے، سر عبدالرحیم کے مطابق مسلمان مجتہدین شادی کے ادارہ کو عبادت اور معاملات دونوں میں شمار کرتے ہیں۔ از روئے اسلام مذہب، قانون اور یہاں تک کہ سیاست کا اس قدر باہمی ربط مسلم عقیدہ میں موجود ہے کہ ان میں حد فاصل کھینچنا از حد مشکل نظر آتا ہے اور خاص طور پر جہاں تمام مجتہدین نے شادی کو ایمان کی بنیاد اور سنت موکدہ قرار دیا

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہو............ "مسلم شادی" نان و نفقہ اور تنسیخ کے مصنف مسٹر ورما کے مطابق اسلامی شادی اصل ہندو نظریہ سے بہت مختلف ہے۔ ہندوؤں کے مطابق موت کے بعد بھی فسخ نکاح واقع نہیں ہوتا۔

26- خورشید بی بی کے مقدمہ میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کی طرف لوٹتے ہوئے اب ہم شادی کے اس نظریہ کو قرآن کریم اور سنت نیز اسلام کے عظیم مجتہدین کی رائے کی روشنی میں ملاحظہ کرتے ہیں کہ "کیا شادی ایک خالصتاً دیوانی معاہدہ ہے؟" تفصیلی چھان بین کے بعد یہ واضح ہوتا کہ شادی اسلام میں ایک خالصتاً دیوانی معاہدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ ٹیگور کے لاء لیکچررز اور بعد ازاں عبد القادر بنام سلیمہ کے کیس سے واضح ہے۔

(i) اسلام کے مطابق نکاح، جیسا کہ پہلے بتایا گیا، اہم ترین اداروں میں سے ایک ہے، اس کے بہت دور رس نتائج ہیں اور اسے مسلم پرسنل لاء میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ المغنی (جلد 6 صفحہ 446 طبع شدہ قاہرہ، مصر) میں مشہور فقیہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ:

"فقہاء کے درمیان طے شدہ ہے کہ نکاح مذہبی معاملہ ہے"

چونکہ مجتہدین کے درمیان یہ تسلیم شدہ امر ہے اس لئے اس کی مخالفت کرنا اجتہادی اصولوں کے مطابق ممنوع ہے۔

(ii) جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی"

"نکاح میری سنت ہے پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا، وہ مجھ سے نہیں"

یہ حدیث امام بخاری نے نکاح کے باب میں درج کی ہے۔ مزید برآں یہ بھی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے چار چیزوں کو انبیاء کی سنت قرار فرمایا: "ختنہ، مسواک کا استعمال، خوشبو کا استعمال اور شادی کرنا"

امام شوکانیؒ جو یمن کے چیف جسٹس تھے وہ اپنی اصول فقہ کی کتاب میں لکھتے ہیں:

"جسے خوف ہو کہ وہ گناہ کا مرتکب ہوگا اس پر فرض ہے کہ وہ شادی کرلے"

(iii) سید امیر علی سورہ نور آیت نمبر 32 کی تشریح کرتے ہوئے قرار دیتے ہیں کہ "جو شادی کے قابل ہیں وہ ضرور شادی کریں"

(iv) قرآن پاک کے ایک مشہور مفسر نے اپنی تفسیر مواہب الرحمٰن (جلد 6 صفحہ 208 مطبوعہ 1977) میں لکھا ہے کہ "علماء کا ایک گروہ شادی کو ان لوگوں پر واجب کرتا ہے جو شادی کے اہل ہیں اور اپنی بیویوں اور بچوں کے اخراجات کو برداشت کرسکتے ہیں"

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

(v) نکاح مذہبی فرض کے ساتھ دنیاوی فرض بھی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے جب کہ صرف دیوانی معاہدہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا موجب نہیں بن سکتا۔

(vi) صحیح مسلم (جلد 2 صفحہ 482 مطبوعہ شیخ محمد اشرف لاہور) کے مطابق اپنی بیوی کے ساتھ جنسی فعل تقویٰ کے مترادف ہے، اس کی جزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جائے گی۔

(vii) نکاح کا مقصد خاندان کا قیام ہے اور غیر قانونی جنسی تعلق سے تحفظ ہے۔ غیر قانونی جنسی واہیات اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنتی ہیں۔

لفظ نکاح عربی کے ایک لفظ حصن (Hisn) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب قلعہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایک شادی شدہ مرد و عورت قلعہ کی حفاظت میں آجاتے ہیں اور کسی برائی کا شکار نہیں ہوتے اور کوئی بھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ وہ قلعہ میں محفوظ رہتے ہیں۔ وہ عورتیں جنہیں یہ تحفظ حاصل نہیں ہوتا انہیں خدن کہا جاتا ہے جس کی جمع اخدان ہے جس کا مطلب ہے آشنا اور اس کی محبوبہ۔

(viii) اسلام میں ہر قابل احترام عورت اپنے خاندان / قبیلہ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ شادی سے قبل وہ اپنے والدین کی حفاظت میں ہوتی ہے اور شادی کے بعد وہ اپنے خاوند کی حفاظت میں آجاتی ہے اور وہ عورتیں جن کو اس قسم کا تحفظ حاصل نہیں ہوتا وہ کسی کی بھی شرارت سے بہک سکتی ہیں۔ قرآن کے مطابق ایسی عورتیں پارسا اور نیک لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ جبکہ دیوانی نوعیت کے معاہدہ میں مذکورہ حقیقتیں نہ پائی جاتی ہیں۔

(ix) معاہدہ عارضی نوعیت کا بھی ہو سکتا ہے اور مستقل نوعیت کا بھی جب کہ اسلام میں عارضی نکاح درست نہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے ایک حدیث بخاری شریف میں یوں درج ہے کہ:

> "حضرت علیؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے ابن عباسؓ سے کہا کہ غزوہ خیبر کے دوران حضور اکرم ﷺ نے نکاح متعہ (عارضی نکاح) اور گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت فرمادی"

اس معاملہ میں اور بھی کئی احادیث موجود ہیں۔ یہاں تک کہ امیر علی جو ایک بڑے شیعہ عالم گزرے ہیں وہ اپنی "کتاب دی اسپرٹ آف اسلام" (صفحہ نمبر229) میں لکھتے ہیں:

> "وہ قوانین جو محمدؐ عربی نے صادر فرمائے، ان قوانین کی رو سے آپؐ نے سختی کے ساتھ مشروط شادیوں کے رواج کی ممانعت فرمادی اور اگرچہ شروع میں عارضی شادیوں کے بارے میں ضمنی طور پر سکوت فرما کر اجازت دی تھی، ہجرت کے تیسرے سال ان کی بھی ممانعت فرمادی گئی۔"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

۱- شیعہ مکتبہ فکر کا ایک طبقہ اب بھی عارضی شادی کو جائز قرار دیتا ہے لیکن جنہوں نے یہ رائے قائم کی ہے۔ ان مجتہدوں سے پوری عزت کے ساتھ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے وقت یا حکمرانوں کے مزاج کے مطابق یہ نظریہ اختیار کیا تھا جن کے تحت یہ قانون دان پھلے پھولے، ان کے بہت سے نظریات میں ذاتی جھکاؤ کا اثر نظر آئے بغیر نہیں رہتا"

(x) مزید برآں معاہدہ میں یہ ضروری نہیں کہ وہ مخالف جنسوں کے درمیان ہو۔ دو عورتیں بھی معاہدہ کر سکتی ہیں اور دو مرد بھی ایک دوسرے کو معاہداتی پابندی میں جکڑ سکتے ہیں لیکن نکاح میں یہ ضروری ہے کہ خاوند اور بیوی کا تعلق مخالف جنسوں سے ہو۔

(xi) نکاح کی محرموں سے ممانعت ہے۔ قرآنی حکم ہے:

"تمہارے لئے حرام ہیں (شادی کے لئے) تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہارے باپ کی بہنیں، تمہاری ماں کی بہنیں، تمہارے بھائی کی بیٹیاں، تمہاری بہن کی بیٹیاں.........." (سورۂ نساء ۴:۲۳)

ان رشتوں کے مابین شادی کی واضح طور پر ممانعت ہے جب کہ معاہدہ کرتے وقت ایسی کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

(xii) معاہدہ خفیہ طور پر بھی کیا جا سکتا ہے جب کہ خفیہ نکاح، جائز نہیں ہے، اس کا کھلا اعلان کیا جائے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ زوجین قانونی طور پر شادی شدہ ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی اور مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے روایت ہوئی ہے کہ "اپنی شادیوں کا اعلان کرو" لہٰذا ایک دیوانی معاہدہ اور ایک مسلم شادی میں واضح فرق ہے جب کہ دیوانی معاہدہ کے جائز ہونے کے لئے اعلان ضروری نہیں ہے۔

(xiii) ما قبل شادی کی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے محترم جسٹس قدیر الدین احمد نے کراچی کے ایک کیس محمد یاسین بنام خوشنما خاتون (2 کراچی و۔ لکی لاء رپورٹر، 1960,29) میں اظہار فرمایا کہ:

"اگرچہ مذہبی رسم، نکاح کا ضروری حصہ نہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ شادی مذہبی تقدس اور خوشنودی خدا کے حامل بلند تر مذہبی مقاصد کی حامل نہیں ہے۔ اس میں ابتداء سے لے کر انتہا تک حقوق و فرائض کے تصور کے ساتھ ایک تقدس وابستہ ہے۔ اس شادی کو اگر مذہبی تقدس کے ساتھ وابستہ نہ کیا جائے جس کی وہ یقیناً حامل ہے تو یہ محض غیر اسلامی اور دنیوی عمل ہو گا"

اس نظریئے پر بحث کرتے ہوئے کیتھ ہاڈکنسن نے اپنی کتاب مسلم فیملی لاء (مطبوعہ کروم ہیلم،

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لندن اینڈ کینبرا 1984) میں رائے دی:

"اسلامی شریعت میں نکاح صرف ایک دیوانی معاہدہ نہیں بلکہ اس کے ساتھ مذہبی تقدس بھی وابستہ ہے جو کہ درست بنیاد پر ہے، مسلمان کے لئے نکاح نہ صرف قانونی اور سماجی فوائد رکھتا ہے بلکہ اسے بے شمار مذہبی اور روحانی فوائد بھی مہیا کرتا ہے"

(xiv) اسلامی قانون کے مطابق نکاح ایک مسلمان مرد اور ایک مسلمان عورت کے درمیان ہی جائز ہے۔ ایک مسلمان مرد ایک کتابیہ عورت سے بھی شادی کرسکتا ہے لیکن مسلمان عورت غیر مسلم سے نہیں جبکہ ایک دیوانی معاہدہ میں اس قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے۔

27- آئیے اب ایک جائز شادی کی شرائط کا قرآن و سنت کے ساتھ اسلام کے عظیم فقہاء کی رائے کی روشنی میں مطالعہ کریں۔ فقہاء نے جائز شادی کی کافی شرائط کا تذکرہ کیا ہے لیکن مندرجہ ذیل شرائط پر اتفاق رائے ہے اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو درست شادی معرض وجود میں نہیں آتی اور پہلی دو شرائط یعنی ولی کی اجازت اور نکاح کے فریقین کی اجازت کے بغیر اگر شادی کی گئی تو وہ باطل یعنی مکمل طور پر کالعدم ہوگی۔ بڑی بڑی شرائط حسب ذیل ہیں:

i) ولی یا سرپرست کی اجازت۔

ii) مجوزہ میاں بیوی کی اجازت اگر وہ بالغ ہوں اور بعد ازاں ان کی طرف سے ایجاب و قبول۔

iii) حق مہر کی ادائیگی۔

iv) دو مرد گواہوں کی موجودگی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی۔

28- میں ان شرائط پر ترتیب وار بحث کرتا ہوں۔

(i) جہاں تک ولی کی اجازت کا تعلق ہے، حضور اکرم ﷺ کی شادی کے علاوہ کسی شخص کی بھی شادی مجوزہ عورت کے ولی کی اجازت کے بغیر درست نہ ہے اور یہ قرآن پاک کے درج ذیل حکم سے واضح ہے:

﴿ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً إِن وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَن يَسْتَنكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾

"اور مومن عورت جو اپنے نفس کو نبی کے لئے مخصوص کرے اگر نبی اس سے شادی کرنا چاہے۔ یہ صرف آپؐ کے لئے ہے اور عام مومنین کے لئے نہیں" (سورۃ الاحزاب:33)

قرآن مجید کے ایک مشہور مفسر ابن کثیر حضرت قتادہ (ممتاز تابعی مفسر) سے روایت کرتے ہیں کہ "کوئی عورت ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کی مجاز نہیں ہے، صرف ایک استثناء حضور اکرم

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ﷺ کی ذات عالی ہے" (تفسیر ابن کثیر مترجم 263:4) جیسے قرآن سے واضح ہے شائد اس وجہ سے کہ اللہ کا پیغمبر تمام امت کا ولی ہوتا ہے: ﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ ﴾ فقہ کی مشہور کتاب المغنی میں واضح طور پر درج ہے:

"یہ صرف پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے ہے کہ وہ عورت کے ولی کی اجازت کے بغیر خود شادی کرسکتے ہیں۔ کوئی دیگر شخص اس قانون سے مستثنیٰ نہیں"

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ "ولی، گواہان اور حق مہر کے بغیر شادی نہیں ہوسکتی، صرف حضورؐ اس سے مستثنیٰ ہیں" (سنن دارقطنی، جلد 3 صفحہ 22، مطبوعہ دار المحاسن، قاہرہ، مصر)

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا ﴾

"مسلمانو! اپنی لڑکیوں کو مشرکین کے نکاح میں نہ دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں" (البقرۃ:221)

﴿ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ ﴾

"اور اپنے میں سے بے شوہر عورتوں کا نکاح کردو" (النور:24)

یمن کے چیف جسٹس امام شوکانی نے اس آیت پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ "یہاں بھی لڑکیوں کے سرپرست مخاطب ہیں"

امام قرطبی اپنی تفسیر (صفحہ نمبر 239 جلد 12 تفسیر قرطبی مطبوعہ مکتبہ الغزالی دمشق) میں لکھتے ہیں کہ

"اس سے یہ دلیل فراہم ہوتی ہے کہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کی مجاز نہ ہے"

قرآن کریم مزید حکم دیتا ہے:

﴿ فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ ﴾

"اگر وہ دوبارہ شادی کے خواہشمند ہیں تو ان کو روکو مت" (البقرۃ:232)

29- "ولی کی اجازت کے بغیر کوئی شادی نہیں" کے موضوع والے باب میں امام بخاری اپنی مشہور اور انتہائی ثقہ کتاب صحیح بخاری میں درج کرتے ہیں کہ:

"یہ آیت معقل بن یسار کے واقعہ پر نازل ہوئی۔ ان کی بہن شادی شدہ تھیں اور ان کے خاوند نے انہیں صرف ایک یا دوبار طلاق دی تھی اور عدت مکمل ہوچکی تھی۔ حضرت معقل کی بہن سے دوبارہ شادی کی اجازت لینے کی غرض سے ان کی بہن کا سابقہ خاوند ان کے پاس آیا۔ حضرت معقل رضامند نہیں تھے اور انہوں نے یہ کہتے ہوئے اس کی سرزنش کی کہ "انہوں نے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پہلے اس کی عزت و تکریم کی لیکن اس نے جواباً اچھا سلوک نہیں کیا بلکہ طلاق دے دی توانہوں نے قسم کھالی کہ وہ اس سے دوبارہ اپنی بہن کی شادی نہیں کریں گے۔ جبکہ واقعہ یہ تھا کہ ان کی بہن اپنے سابقہ خاوند سے دوبارہ شادی کرنا چاہتی تھی۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد معقل بن یسار نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنے کے بعد اپنی بہن کا اس کے سابقہ خاوند سے دوبارہ نکاح کردیا"

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد امام بخاریؒ نے اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے کہ بہن کی خواہش سے قطع نظر معقل بن یسار نے اسے دوبارہ شادی کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے جو بہت واضح ہے کہ ایک بیوہ یا مطلقہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتی۔

اس آیت پر بحث کرتے ہوئے امام شافعی (جنہیں یونیورسٹی آف لنڈن کے مشرقی قوانین کے پروفیسر این جے کولسن نے اپنی کتاب اسلامک سروے میں اسلامی فقہ کا عظیم معمار قرار دیا ہے) نے اپنی کتاب "الام" میں درج کرتے ہوئے کہا "یہ ایک واضح دلیل مہیا کرتی ہے کہ یہ ولی کا اختیار ہے کہ وہ عورت کو نکاح میں دے (الام جلد 5 صفحہ 11 مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ) اسی آیت پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر میں درج کیا (صفحہ 323 جلد اول، مکتبہ قدوسیہ لاہور 1994ء) یہ آیت واضح طور پر یہ ثابت کرتی ہے کہ عورت از خود نکاح کے بندھن میں داخل نہیں ہوسکتی اور ولی کی رضامندی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہوسکتا۔

ابن جریر نے بھی روایت کی ہے کہ اس حکم کی بناء پر حضور ﷺ نے قرار دیا تھا کہ:

"نہ تو ایک عورت دوسری عورت کے ولی کے طور پر شادی کرانے کی مجاز ہے اور نہ ہی وہ خود ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے" (حدیث)

امام قرطبی نے قرآن پاک کی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

"یہ آیت واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر کوئی شادی نہیں کیونکہ معقل کی بہن گو مطلقہ تھی لیکن اس کا ولی ہی جائز نکاح کے بندھن میں لایا۔ اگر وہ از خود اس کی اہل ہوتی تو لازم طور پر خود شادی کر لیتی اور اسے حضرت معقل یعنی اپنے بھائی کی بطور ولی اجازت کی ضرورت نہ ہوتی (تفسیر الجامع احکام القرآن جلد 3 صفحہ 158 مکتبہ الغزالی دمشق)"

اسی آیت پر بحث کرتے ہوئے امام ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ یہ "آیت واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ ولی کے بغیر شادی نہیں ہوسکتی" (تفسیر طبری جلد دوم صفحہ 501 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

﴿ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ ﴾

"تم عورتوں کا نکاح ان کے گھر والوں کی اجازت سے کرو" (النساء:25)

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ صرف عورت کا ولی ہی مناسب طریقہ سے اس کی شادی کر سکتا ہے۔ امام قرطبی اس آیت پر دوبارہ بحث کرتے ہیں کہ "نکاح صرف ولی کی اجازت سے ہو سکتا ہے"

30- یہاں تک صرف قرآن پاک کے احکامات کے حوالے سے تھا۔ آیئے اب حضور ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرتے ہیں:

○ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر باطل ہے"، اور اگر ولیوں کے درمیان تنازعہ پیدا ہو جائے یا کوئی بھی ولی نہ ہو تو حکمران یا قاضی اس کا ولی ہوگا" (یہ حدیث صحیح سنن ابن ماجہ، صحیح سنن ابو داؤد، صحیح سنن ترمذی، سنن دار قطنی، الام امام شافعی اور امام شوکانی کی نیل الاوطار میں روایت کی گئی ہے)

○ دوسری حدیث جو ہم حدیث کی کئی کتابوں میں دیکھتے ہیں، یہ ہے:

قال قال رسول اللہ ﷺ: لانکاح الابولی

یہ حدیث احادیث کی تقریباً تمام معتبر کتابوں میں درج ہے۔

○ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ "نہ تو کوئی عورت، دوسری عورت کی شادی کر سکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنی شادی کر سکتی ہے" (یہ بھی ابن ماجہ اور دار قطنی میں درج ہے)

31- آیئے اب دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھیوں یعنی صحابہ کرامؓ کی کیا رائے ہے:

حضرت سعید بن مسیبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حکم فرمایا:

"کوئی عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر اور ولی کی عدم موجودگی میں قاضی کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کرے گی"

عکرمہ بن خالدؒ کی روایت کے مطابق حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک واقعہ پیش آیا۔ سفر کے دوران ایک بیوہ/مطلقہ نے اپنے حقیقی ولی کی اجازت کے بغیر شادی کر لی۔ جب معاملہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے دونوں یعنی عورت اور مرد کو قانون کی خلاف ورزی پر کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

32- ظہران یونیورسٹی سعودی عرب کے پروفیسر ڈاکٹر محمد رواس نے تمام خلفاء کے علیحدہ قانونی آراء پر مشتمل انسائیکلوپیڈیا شائع کئے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ

○ ایک حاملہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس لائی گئی جس نے مطلع کیا کہ وہ فلاں فلاں شخص سے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

شادی شدہ ہے۔ جب اس شخص سے آمنا سامنا کرایا گیا تو اس نے خلیفہ کو بتایا کہ اس نے اس سے اس کی بہن اور ماں کو نکاح کے گواہ بنا کر شادی کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اس جوڑے پر حد تو جاری نہ کی البتہ ان میں علیحدگی کردی اور حکم فرمایا کہ "ولی کے بغیر کوئی شادی نہیں"

○ ایک اور عورت نے ولی کی مرضی کے بغیر شادی کرلی اور جب معاملہ حضرت عمرؓ کے نوٹس میں لایا گیا تو انہوں نے اسے سو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

○ اور اسلامی ریاست کے تمام صوبوں میں حکم نامہ جاری کیا کہ "اگر کوئی عورت ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرتی ہے تو اسے زانیہ تصور کیا جائے"

○ اسی طرح خلیفہ وقت حضرت عمرؓ نے ایک ایسی شادی جو ایک عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کی تھی، رد فرمادی (فقہ حضرت عمرؓ صفحہ 685 مطبوعہ معارف اسلامی منصورہ لاہور 1994ء)

○ اسی طرح روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے حکم فرمایا کہ ولی کی اجازت کے بغیر کوئی شادی نہیں۔ اگر کوئی ایسی شادی کرے تو وہ کالعدم ہوگی۔

○ امام شعبی سے روایت ہے کہ "حضور ﷺ کے ساتھیوں میں سے حضرت علیؓ ان لوگوں کے خلاف سخت ترین تھے جو ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرتے تھے اور آپ انہیں کوڑے لگوایا کرتے تھے" (سنن دراقطنی جلد 3 صفحہ 229 مطبوعہ دارالمحاسن قاہرہ)

○ اپنی کتاب الام کے صفحہ نمبر11 پر امام شافعی ایک واقعہ درج فرماتے ہیں جس میں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ایک عورت کے ولی نے رپورٹ دی جو کہ اس کی رضامندی کے بغیر شادی کرچکی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس شادی کو رد فرمادیا اگرچہ خلوت صحیحہ ہوچکی تھی (الام جلد 5 صفحہ 11 مطبوعہ دارلباز مکہ)

○ حضور ﷺ کے ایک مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ "ایک عورت کو کسی دوسری عورت کی شادی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اگر اس نے ایسا کیا تو ایک قانونی شادی نہ ہوگی" (صفحہ نمبر566)

انسائیکلو پیڈیا فقہ حضرت عبداللہ بن مسعود مطبوعہ ادارہ معارف اسلامی، منصورہ لاہور 1994ء)

○ امام دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جو عورت خود شادی کرتی ہے (ولی کی اجازت کے بغیر) وہ زانیہ ہے۔

○ ایک اور موقع پر اسی حوالہ سے درج ہے کہ "وہ بدکار عورت شمار ہوگی"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

○ امام دارقطنی نے اپنی کتاب میں ایک اور حدیث روایت کی ہے جو واضح کرتی ہے کہ دو گواہوں اور حق مہر کے بغیر کوئی شادی نہیں اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات عالی اس سے مستثنیٰ ہے۔

○ یمن کے مشہور چیف جسٹس امام شوکانی نے اپنی کتاب نیل الاوطار میں درج کیا ہے کہ:

"یہ بات کہ ولی کے بغیر کوئی شادی نہیں، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حسن بصری، ابن مسیبؒ، ابن شبرمہؒ، ابن ابی لیلی، عترہ (اہل بیت)، امام احمد، امام اسحٰق، امام شافعی، اور دیگر علمائے اسلام نے اس کی تائید کی ہے۔ غرض ابن منذر نے درج کیا ہے کہ حضور ﷺ کے کسی صحابی نے بھی اس بات سے اختلاف نہیں فرمایا" (نیل الاوطار جلد 5 صفحہ 102 مطبوعہ مصر)

اسی طرح بہت سے دیگر حوالہ جات اس بات کی تائید کر سکتے ہیں لیکن ان کو غیر ضروری طوالت کی وجہ سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

32- اب ہم سنی فقہ کے چاروں اماموں کو لیتے ہیں۔ ہم نے پہلے ہی امام شافعی کی رائے بیان کر دی ہے جس کے مطابق ولی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔

مالکی مکتب فکر کے مطابق جس عورت نے ولی کی مرضی کے بغیر شادی کی ہو انہیں علیحدہ کر دیا جائے خواہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو یا نہ ہو ایسی شادی کو منسوخ کر دیا جائے (المدونۃ الکبریٰ جلد دوم صفحہ 166 مطبوعہ دار الصادر، بیروت) مالکی مکتبہ فکر کے علامہ صالح عبد السمیع الازہری اپنی کتاب جواہر الاکلیل شرح مختصر الخلیل (جلد اول، صفحہ 277 مطبوعہ (بیروت) میں لکھتے ہیں کہ "ایک جائز شادی کی چار شرائط ہیں جن میں ولی کی اجازت اہم ترین ہے۔"

جہاں تک حنبلی مکتب فکر کا تعلق ہے حوالہ جات پہلے ہی دیئے جا چکے ہیں۔ ابن قدامہ نے اپنی کتاب المغنی میں ایک حدیث حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ "ولی کی مرضی کے بغیر کوئی شادی نہیں"

جہاں تک حنفی مکتب فکر کا تعلق ہے الجوہرۃ النیرہ (مشہور کتاب قدوری کی شرح) سے ہم مندرجہ ذیل حوالہ پاتے ہیں جہاں امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے بیان کی گئی ہے:

"امام ابو یوسف بیان کرتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر کوئی درست شادی نہیں ہوتی لیکن امام محمد کے مطابق ولی کے بغیر نکاح عمل میں نہیں آتا اور معطل رہتا ہے جب تک کہ ولی اس کی توثیق نہ کر دے اور اگر ولی شادی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے تو ریاست کو بھی کوئی اختیار

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نہیں کہ وہ اس شادی کو جائز قرار دے تاہم ایک رستہ اس نکاح کو جائز بنانے کا ہے اور وہ ہے پہلے ولی کی منسوخی اور نئے ولی کی تقرری"

امام یوسف کے مطابق جب ولی توثیق سے انکار کردے تو ریاست ولی کو ایسا کرنے پر مجبور کرے گی اور اگر پھر بھی وہ اجازت دینے سے انکار کردے تو حکمران دخل اندازی کر کے شادی کی اجازت دے گا۔

حنفی مکتب فکر کی ایک اور مشہور کتاب "تحفۃ الفقہاء" میں امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگردوں کی رائے کو درج ذیل صورت میں بیان کیا گیا ہے:

"امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کی رائے ہے کہ ایک بالغ لڑکی کے لئے جو بلوغت پا چکی ہو اور فیصلہ کرنے کی عمر کو پہنچ چکی ہو، ولی کی اجازت ضروری ہے۔ اگر ولی کی اجازت کے بغیر وہ شادی کرتی ہے تو اس کے کیا نتائج ہوں گے۔ اس سلسلے میں تینوں آئمہ کی رائے میں فرق ہے۔ امام شافعی کے مطابق لڑکی چونکہ ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کی اہل نہ ہے اس لئے کوئی نکاح نہیں اور مابعد توثیق بھی اسے جائز نہیں بنا سکتی ہے۔ امام محمد کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ نکاح وقوع پذیر ہوگا لیکن یہ ولی کی توثیق تک معطل رہے گا اور اگر خاوند کے اس کے ساتھ جنسی تعلقات ہوں گے تو بالکل ناجائز ہوں گے اور اگر ان میں سے کوئی ایک مرجائے تو کوئی بھی ان کی جائداد کا وارث نہ ہوگا۔" (تحفۃ الفقہاء از علاؤ الدین سمرقندی جلد دوم صفحہ 224 قطر)

حنفی فقہ کی ایک اور مشہور کتاب بدائع الصنائع میں یہ درج ہے کہ امام محمد کے مطابق "ایک عورت کے لئے ولی یا حکمران کی اجازت کے بغیر شادی نامناسب ہے۔"

امام ابو یوسف کی آخری رائے کے مطابق "اگر کسی عورت کا ولی موجود ہو تو اس کے لئے اس کی اجازت کے بغیر شادی کرنا مناسب نہیں۔"

الہدایہ اور اس کی شرح فتح القدیر (دونوں حنفی مکتب فکر کی بنیادی کتابیں ہیں) کے مطابق امام ابو یوسف کی رائے یہ تھی کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں۔ اسی طرح امام محمد نے قرار دیا کہ نکاح کا انحصار ولی کی اجازت پر ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کی بھی یہی رائے ہے۔

اس نکتہ پر حنفی رائے کی تشریح کرتے ہوئے موجودہ زمانہ کے ایک بہت بڑے فقیہ علامہ انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب فیض الباری شرح صحیح بخاری میں درج کیا ہے کہ حدیث "لا نکاح الا بولی" حسن حدیث کے زمرے میں آتی ہے لیکن کچھ علماء نے اسے "صحیح" بھی قرار دیا ہے۔ علماء کی تحقیق کے مطابق اس معاملہ میں درست رائے جو مسلم معاشرہ سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دونوں جانب کا خیال رکھنا چاہئے دونوں طرف احادیث موجود ہیں اور اس لئے معاشرے میں توازن قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں کو مدنظر رکھا جائے۔ جب عورتوں سے خطاب کیا گیا تو ان پر واضح کر دیا گیا کہ ان کے ولیوں کے ان پر حقوق ہیں یہاں تک کہ یہ گمان ہوا کہ ان کو اس معاملہ میں کوئی حقوق بھی حاصل نہیں جیسا کہ حدیث پاک سے واضح ہے کہ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرتی ہے وہ شادی باطل، باطل، باطل ہے۔ بادی النظر میں شادی کے باطل ہونے کا تکرار مبالغہ دکھائی دیتا ہے۔ اور جب معاملہ سرپرستوں سے متعلق ہوا تو یہ بیان کیا گیا کہ عورتوں کو ولیوں کے مقابلہ میں حقوق حاصل ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود مختار ہیں اور ولیوں کو مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ اگر دونوں موقف اکٹھے پڑھے جائیں تو یہ واضح ہو گا کہ ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں اور تمام بحث سے جو چیز واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ولی کی اجازت اور اس عورت کی اجازت کہ جس کی شادی کی جا رہی ہے، دونوں ضروری ہیں تاکہ نہ تو ولی عورت پر جبر کرے اور نہ ہی ایک غیر ذمہ دارانہ طریقہ سے وہ یعنی عورت آگے بڑھے۔ (فیض الباری شرح صحیح بخاری از علامہ انور شاہ کشمیری جلد 4 صفحہ 282 تا 287)

حضرت شاہ ولی اللہ نے نسبتاً زیادہ بھرپور طریقے سے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں اس رائے کی حمایت کی ہے (صفحات 515 تا 520 مطبوعہ فرید بک سیلرز، اردو بازار لاہور)

جیمز ہیسٹنگز 38 جارج سٹریٹ نیو یارک کے انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس (Religions and Ethics) "مذاہب اور اخلاقیات" کا حوالہ دینا نامناسب نہ ہو گا، جس کے صفحہ نمبر 464 پر درج ہے کہ "والدین کی مرضی انتہائی ضروری ہے جبکہ فریقین کی اجازت خود ضروری نہیں کہ جو بعض اوقات بہت چھوٹی عمر میں اپنے والدین کے ذریعہ رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیئے جاتے ہیں۔"

34- جہاں تک مجوزہ خاوند بیوی کی رضامندی کا تعلق ہے تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ولی کی اجازت کے ساتھ ساتھ خاوند اور بیوی کی مرضی بھی اسی طرح ضروری ہے اگر بیوی بالغ ہو چکی ہو۔ لہٰذا اس نکتہ پر مزید بحث کی ضرورت نہ ہے۔

شادی کے باب میں امام بخاری نے معاذ بن فضالہ سے روایت کی ہے کہ "بیوہ یا مطلقہ کی اس وقت تک شادی نہ کی جائے جب تک اس کی مرضی نہ حاصل کر لی جائے اور اسی طرح کنواری کی شادی بھی اس کی مرضی کے بغیر نہ کی جائے"

ایک اور کیس میں صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک لڑکی کی شادی اس کی مرضی کے بغیر کر دی

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

گئی چنانچہ جناب پیغمبر ﷺ نے منسوخ فرمادی۔

اسی طرح کی ایک دوسری حدیث میں عورت کی مرضی کے خلاف شادی کو نبی ﷺ نے تسلیم نہ کیا۔

35- جہاں تک دو گواہان کی موجودگی کا تعلق ہے کتاب الفقہ میں یوں واضح کیا گیا ہے (جلد 4 از عبدالرحمٰن الجزیری مطبوعہ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب صفحہ 39)

"ولی کے ساتھ دو گواہان کی موجودگی کی شرط ابن صباح سے مروی مختلف احادیث پر مبنی ہے کہ سرپرست (ولی) اور دو معقول گواہان کے بغیر کوئی نکاح نہیں اور اگر ان شرائط کے بغیر شادی ہوئی تو کالعدم ہوگی"

(اسی کتاب کے صفحہ 49 پر) مزید یہ تحریر ہے کہ تینوں ائمہ میں یہ اتفاق ہے کہ ایجاب و قبول کے وقت گواہان کی موجودگی ضروری ہے بصورت دیگر نکاح باطل ہوگا۔

مالکی مکتب فکر کے مطابق نکاح کے وقت گواہ کا ہونا ضروری نہیں تاہم میاں بیوی کے درمیان خلوت صحیحہ پر گواہ ہونا چاہئے۔ لہٰذا ترجیح اسی بات کو دی جائے گی کہ دونوں گواہان شادی کے وقت موجود ہوں۔

تینوں ائمہ کے درمیان یہ بھی اتفاق ہے کہ گواہان مرد ہونا چاہئیں جبکہ حنفیہ کے مطابق ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوسکتی ہیں۔

منہاج الطالبین (محمڈن لاء کی کتاب جسے سنگاپور کے ڈسٹرکٹ جج ای سی ہاورڈ نے ترجمہ کیا ہے) کے مصنف امام نووی کے مطابق دو ثقہ آزاد مردوں کی موجودگی میں شادی ہونا چاہئے۔

اسی طرح A.I.R 1940 Pesh.2,3 میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ:

"محمڈن لاء کے مطابق یہ حتمی طور پر ضروری ہے کہ ایک ہی وقت میں مرد یا اس کا نمائندہ اور عورت یا اس کا نمائندہ شادی پر اتفاق کریں اور یہ معاہدہ دو بالغ گواہان کی موجودگی میں طے پائے"

یہاں (جدہ کے مشہور عالم اور عرب نیوز کے مذہبی ایڈیٹر عادل صلاحی کی تصنیف کردہ) ایک کتاب Our Dialogue-II کا حوالہ دینا مفید ہوگا۔ جائز شادی کے اجزاء کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

"شادی کا معاہدہ گواہان اور دلہن کے ولی کی موجودگی میں، حق مہر کی ادائیگی کے ساتھ مناسب طریق سے ہونا چاہئے۔ پھر آپ کو اسے شائد ولیمہ کے ذریعہ زیادہ شہرت دینے کی ضرورت ہے"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

وہ مزید (صفحہ نمبر126) پر تحریر کرتے ہیں:

"آپ یہ احساس کریں کہ شادی دو فریقین کے درمیان ایک معاہدہ ہے جو گواہان اور عورت کے سرپرست کی موجودگی میں طے پاتا ہے۔ اس میں ایسے حق مہر کی ادائیگی بھی شامل ہے جو دونوں فریقین کے درمیان طے پایا ہے۔ اور وہ معاہدہ کے طے پانے کے وقت خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوتا ہے"

اسی کتاب کے صفحہ 130 پر وہ مزید تحریر کرتا ہے کہ:

"شادی کا معاہدہ عورت کے والدین یا سرپرست کی طرف سے ایجاب اور مرد کے قبول کرنے پر مبنی ہے۔ یہ لازمی دو گواہان کی موجودگی میں ہونا چاہئے۔ حق مہر کی ادائیگی خاوند نے بیوی کو کرنا ہوتی ہے۔ جس کا تعین دونوں کے درمیان طے پاتا ہے اور وہ طے شدہ رقم یا کوئی اور چیز بیوی کی ملکیت ہوتی ہے چونکہ یہ اس کی ملکیت ہے اس لئے اس کے استعمال پر صرف اسی کا حق ہے۔ مزید برآں یہ بھی ضروری ہے کہ شادی کے بعد خاوند، رشتہ داران اور ہمسایوں کو ولیمہ پر بلائے۔ اس طریقہ سے تشہیر ہوتی ہے جو شادی کے لئے ضروری ہے"

36- اب حق مہر کے بارے میں جو کہ شادی کے لوازمات میں سے ایک ہے اور کوئی شادی اس کے بغیر جائز نہیں۔ قرآنی احکامات کے مطابق ﴿وَءَاتُوا۟ ٱلنِّسَآءَ صَدُقَـٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾ "عورتوں کو ان کا حق مہر خوشی سے ادا کرو"

یہ قرآنی حکم ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ مناسب حق مہر مقرر کئے بغیر کوئی شادی عمل میں نہیں آسکتی اور اگر یہ شادی کے وقت مقرر نہ کیا جائے تو خاوند اپنی حیثیت کے مطابق ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ جیسا کہ بعض فقہاء نے قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نکاح کی تشہیر کی شرط معتبر احادیث کے ذریعہ بطور حکم ملتی ہے۔

37- اس موقع پر یہ ذکر کرنا مناسب خیال کیا جاتا ہے کہ اسلامی قانون اس حقیقت سے بے بہرہ نہیں کہ اگر اپنی بیٹی یا نابالغہ کے ضمن میں ولی یا سرپرست اپنے فرائض کی بروقت ادائیگی میں غفلت کرتا ہے تو اس سے جواب طلبی کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے فرض کی انجام دہی میں کیوں ناکام رہا۔ معقل بن یسار کے واقعہ کا حوالے دیتے ہوئے آیت نمبر2/232 کی تفسیر میں ابن کثیر نے لکھا ہے:

"وہ لوگ جو شریعت پر ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے ہیں ان کو ان حالات میں اپنی عورتوں کو جب وہ شادی کی عمر کو پہنچ جائیں، شادی سے نہیں روکنا چاہئے۔ انہیں شریعت کے احکامات کی پیروی کرنا چاہئے اور اللہ کے حکم کے سامنے اپنی (جھوٹی) انا کو زیر کردینا چاہئے۔ یہی تقویٰ اور اللہ کے خوف سے قریب تر ہے" (ابن کثیر جلد اول صفحہ 324)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

38- ایک غیر شادی شدہ عورت کے لئے یہ انتہائی مشکل اور دشوار ہے کہ وہ اپنے فرائض سے غفلت برتنے والے ولی کے خلاف عدالت میں جائے۔ اس کے لئے ایک سادہ طریق کار طے کرنے کی ضرورت ہے۔ ایسی سائلہ 14- اگست 1991ء کے اعلان کوئٹہ میں "حقوق و فرائض سے آگاہی اور نفاذ سکیم" کی بنیاد پر انصاف حاصل کرسکتی ہے جس کو چیف جسٹسز کمیٹی نے تشکیل دیا تھا۔ اس سکیم کے تحت وہ متعلقہ ڈسٹرکٹ جج کو صرف ایک خط لکھ سکتی ہے جو اسے ایک قانونی درخواست قرار دے کر اور اسے فوقیت دیتے ہوئے ولی کو طلب کرے گا اور مختصر ترین ممکنہ وقت میں اس معاملے کا تصفیہ کرنے کا پابند ہوگا۔ اس مقصد کے لئے ہر ضلع میں ڈسٹرکٹ جج صاحبان کو "ڈائریکٹرز آف بورڈ آف اویئرنس اینڈ انفورسمنٹ آف ہیومن رائٹس اینڈ اوبلیگیشنز" (حقوق و فرائض انسانی کی آگاہی اور نفاذ کے بورڈ کے منتظمین) مقرر کیا گیا ہے۔ اور انہیں عدالت عالیہ کی چٹھی نمبر 15397 جی اے زیڈ 1 (مورخہ 30 نومبر 1991ء) کی رو سے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ایسی درخواستوں/شکایتوں کو مذکورہ سکیم کے تحت وصول کریں اور مطلوبہ داد رسی مہیا کریں۔ سیشن جج/ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج صاحبان ان معاملات کو سن کر فریقین سے کی جانے والی زیادتیوں پر داد رسی مہیا کرسکتے ہیں۔ یہ بنیادی طور پر پدرانہ یا نیم پدرانہ دائرہ اختیار کی طرز پر ہے۔

39- یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ اسلام دین فطرت ہونے کی بناء پر مسائل کی نوعیت کو سمجھتا ہے اور انتہائی اعلیٰ طریقہ سے ان کا حل پیش کرتا ہے۔ مغرب میں عورت صدیوں کی ذلت و خواری اور پریشانی کے بعد جو حاصل کرسکی، اسلام نے اسے شروع ہی میں اس سے بہت زیادہ عطا کردیا۔ اسلام نے بنیادی قانون کے طور پر یہ قرار دیا کہ عورت بھی انسان ہے اور مرد کی طرح وہ بھی ایک روح کی مالکہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً﴾

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان (آدمؑ) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائے" (سورۃ النساء:1)

پس اس سے واضح ہے کہ ابتدائے آفرینش اور مقام آخرت میں ایک مرد اور عورت بالکل برابر ہیں اور اس لئے ان کے ایک ہی جیسے اور برابر کے حقوق ہیں۔ اسلام نے اسے مردوں کی طرح زندگی، عزت اور جائیداد کے حقوق دیئے۔ اسی طرح دنیا میں مادی ضروریات کو پورا کرنے کے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

لئے مردوں اور عورتوں کے حقوق برابر ہیں جس میں جائیداد حاصل کرنے اور اپنی مرضی و منشاء سے خرچ کرنے کے حقوق شامل ہیں۔ عورتیں اپنے فائدے کے لئے جائیداد رہن یا کرایہ یا خرید و فروخت یا مفاد کے لئے استعمال کرنے کے لئے کاملاً آزاد ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ...... ﴾

"والدین اور نزدیکی رشتہ داروں کے ترکہ میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے" (سورۃ النساء:7)

مزید برآں: ﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾

"مردوں کے لئے ان کے اعمال کا بدلہ ہے اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال کا بدلہ" (سورۃ النساء:32)

40- اب ہم مغرب میں عورت کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں۔ حالات کا تعین کرنے کے لئے لارڈ ڈیننگ کا حوالہ دینا مناسب ہوگا جو اپنی کتاب "The Due Process of Law" میں لکھتا ہے:

"قانون میں ہر خاوند کو اس کی بیوی پر (ایک گونہ) حکومت و اختیار ہے۔ پہلی کتابوں میں کہا گیا کہ وہ بزور بازو اسے فرائض کی حدود کے اندر رکھ سکتا ہے اور اس کو مار پیٹ بھی سکتا ہے لیکن ظالمانہ یا تشدد آمیز طریقے سے نہیں۔ عام آدمی نے اس کو یوں سمجھا کہ وہ اسے صرف ایسی چھڑی سے مار سکتا ہے جو انگوٹھے سے موٹی نہ ہو۔ اٹھارویں صدی کے آخری حصہ میں بلیک سٹون نے لکھا کہ معاشرے کے اعلیٰ طبقات میں اس برتری پر شک و شبہ کیا جانے لگا۔ لیکن وہ مزید کہتا ہے کہ عوام کے نچلے طبقے کے لوگ جو ہمیشہ قدیم روایات / قانون عام کے رسیا رہے ہیں، اب بھی اپنا پرانا استحقاق جتلاتے اور عمل کرتے ہیں اور عدالتیں اب بھی سخت بدتمیزی پر خاوند کو عورت کی آزادی سلب کرنے کی اجازت دیتی ہیں۔" 1840ء تک جب ایک بیوی اپنے خاوند کو چھوڑنے کی دھمکی دیتی تھی تو خاوند مجاز تھا کہ اسے اپنے گھر میں قیدی بنالے اور اس مقصد کے لئے طاقت استعمال کرے۔ 1891ء میں عدالتوں نے اسے اس کی مرضی کے مطابق آنے اور جانے کا حق دیا............"

"اب میں بیوی کی ذاتی حیثیت سے اس کی جائیداد کی ملکیت (کے موضوع) کی طرف آتا ہوں۔ ہم جانتے ہیں کہ شادی کی تقریب میں یہ مرد ہی ہے جو عورت کو یقین دہانی کراتا ہے کہ میں اپنی تمام دنیاوی چیزیں تمہاری ملک کرتا ہوں لیکن قانوناً صورت حال بالکل مختلف تھی شادی پر عورت کا تمام سازو سامان اور اس کی رقوم از خود مرد کی ملکیت ہوگئیں ماسوائے اس کے ذاتی کپڑوں اور اس کی متعلقہ اشیاء کے۔ اگر اس کے والدین یا سہیلیوں نے اسے شادی کے تحفے

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

دیئے مثلاً لکھنے کی سہولت کے لئے میز یا چند موم بتیاں تو (قانوناً) وہ بھی مرد کی ملکیت ہوتیں۔ اگر شادی کے بعد وہ کام کرنے کے لئے باہر جاتی تو اس کی تمام کمائی خود بخود اس کے خاوند کی ملکیت بن جاتی۔ ذرا سوچئے کہ اس نے مرد کو کتنی زبردست طاقت دی اور عورت کو کتنا دست نگر بنا دیا۔ جب بھی اس کو کوئی چیز اپنی ذاتی رقم یا اپنی کمائی سے بھی خریدنی ہوتی تو اسے گھٹنوں کے بل اجازت کے لئے خاوند سے التجا کرنا پڑتی۔ اگر اسے جائز وجوہ کی بناء پر خاوند سے علیحدگی اختیار کرنا پڑتی تو وہ اپنی کمائی ہوئی رقم سے بھی نان ونفقہ نہ لے سکتی۔ اسے قانون عام میں صرف یہی داد رسی حاصل تھی کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے قرض لے سکتی تھی۔ لیکن پھر بھی اسے اشیاء کی فراہمی کے لئے تاجر ڈھونڈنا پڑتا اور عین ممکن ہوتا تھا کہ کوئی بھی ایسا کرنے پر راضی نہ ہو۔ اکثر تاجر، خواہ وہ کاروبار کے بہت ہی خواہش مند ہوں، رقوم کی تسلی بخش واپسی کے خواہش مند ہوتے وہ اپنے آپ کو ایسے مقدمات میں الجھانے سے گریزاں ہوتے جس میں حل طلب مسئلہ یہ ہوتا کہ بیوی اپنے خاوند کی جمع شدہ رقوم کی گارنٹی پر کوئی مفاد حاصل کر سکتی ہے؟ اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوتے تو بیوی کو اپنی ملکیتی اشیاء کے عوض بھی کچھ نہ مل پاتا۔ اسے اپنے طور پر معاہدے کا کوئی اختیار نہیں تھا، کیونکہ وہ صرف اپنے خاوند کے ساتھ ہی اکائی تھی اور اس کے بغیر کسی امر (معاہدہ) میں فریق نہ بن سکتی تھی۔ مزید برآں اس کے پاس کوئی جائیداد یا رقم نہ تھی جس کے ساتھ وہ اپنے کئے گئے معاہدے کو پورا کرتی۔ وہ انتہائی قابل رحم حالت میں تھی"

(صفحات 199 تا 200 "The Due Process of Law" 1993ء طبع ثانی)

41- جیسا کہ پہلے واضح کیا گیا، اسلامی قانون افراط و تفریط سے گریز کرتا ہے اور اعتدال کے سنہری اصول کو اختیار کرتا ہے۔ اگر اسلام میں ولی کی مرضی شادی کے لئے ضروری ہے تو دولہا اور دلہن کی مرضی بھی یکساں اہمیت رکھتی ہے اور ان دونوں کی اجازت کے بغیر کوئی شادی جائز نہیں، جبکہ مغرب میں صرف شادی کرنے والے جوڑے ہی کی رضامندی کو اہمیت دی گئی ہے، ان کے والدین کی اجازت کو نہیں۔ ہندو رواج کے مطابق ایک عورت کو شادی سے قبل کم ہی پوچھا جاتا اسی وجہ سے ہندوستان کی سیاسی جماعت بی جے پی کے لیڈر اور کچھ عرصہ وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز رہنے والے اٹل بہاری واجپائی نے کچھ عرصہ قبل اس معاملہ میں ہندو طریق کار کی مذمت اور مسلم قانون نکاح کی حمایت کی۔ انہوں نے پارلیمنٹ میں اپنی تقریر کے دوران یہ کہا کہ "وہ مسلم عائلی قوانین سے بہت خوش ہیں جس میں شادی کی جانے والی لڑکی کی اجازت ضروری ہے"۔ جبکہ ہندوؤں میں ایسی کوئی بات نہیں جو انہیں گائے بھینسوں کی طرح بیاہ دیتے ہیں" (روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ 96-6-13) یہ حقیقت ہے کہ ایک قانونی شادی کے لئے ولی کی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

اجازت ضروری ہے، ایک مستحکم معاشرہ کی موجودگی کی ضامن ہے۔ لارڈ ڈیننگ اسی کتاب "The Due Process of Law" کے صفحہ 201 پر درج کرتے ہے کہ:

"میں بحث کو سمیٹتے ہوئے اپنے اس نظریہ کو اس طرح بیان کروں گا کہ وہ آزادی جو عورت اب تک حاصل کر چکی ہے اپنے ساتھ برابر کی ذمہ داریاں بھی اٹھائے ہوئے ہے اگر وہ اپنی ذمہ داریاں نبھائیں تو ان کی مساوات نہ صرف کہ وہ حقیقی انصاف پر مبنی ہے بلکہ نسل انسانی کے لئے مفادات کی حامل بھی ہے۔ ان ذمہ داریوں میں سب سے بڑی ذمہ داری روئے زمین پر پرسکون اور صحت مند خاندانی زندگی قائم کرنا ہے۔ اس بڑی ذمہ داری کے لئے دوسرے تمام ذاتی مفادات کو دبانا ہوگا۔ یہاں میں افلاطون سے اختلاف کرتا ہوں کہ وہ عورت کی برابری کو اس حد تک لے جاتا ہے کہ جہاں ایک مرد کی ایک عورت سے شادی نہیں ہوگی بلکہ مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط برضا ہوگا اور ان کے بچوں کی پرورش حکومت وقت کے ذمہ ہوگی اگر مرد و زن کی حقوق میں برابری ان حالات پر منتج ہو تو یہ انسانی تہذیب کے خاتمہ کا پیش خیمہ ہوگی جو ایک بہترین مضبوط عائلی نظام پر قائم ہے۔"

42- شادی کے قوانین کا مذکورہ بالا سروے ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ یا قومیں الہامی ہدایت (وحی) کی پیروی نہیں کرتی ہیں وہ اپنے وہم و گمان کی وادیوں میں بھٹکتی رہتی ہیں اور صدیوں ٹامک ٹوئیاں مارنے کے بعد آخر کار اسی نتیجہ پر پہنچتی ہیں۔

43- مندرجہ بالا بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ان مقدمات میں دونوں سائلان کی شادی کا معاہدہ ان کے ولیوں کی مرضی کے خلاف ہونے کی بناء پر کالعدم ہے۔ لہٰذا مقدمات درست طور پر درج کئے گئے ہیں۔ پولیس مقدمات کی تفتیش کرنے اور ان کو منطقی نتیجہ تک پہنچانے میں آزاد ہے۔ ان رٹ درخواستوں میں کوئی وزن نہ ہے جو کہ خارج کی جاتی ہیں۔

دستخط

عبدالحفیظ چیمہ (جج)

لاہور ہائی کورٹ، لاہور

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ